سید اکرام الحق جاوید

سیاسی و مذہبی جلوس نہ نکالنے کا تجربہ بھی کر کے دیکھ لیا جائے

عاشورہ محرم پر ہونے والے جانی نقصان کی روح فرسا خبریں لئے ملک کے اہم قومی اخبار میرے اردگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ میری طرح ہر انسان قتل و غارت گری اور دہشت گردی سے پیدا ہونے والی تپش کو محسوس کر رہا ہے۔ لیکن سوائے شمع کی طرح جلنے اور مفلس کے دیئے کی طرح بجھنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ افسوس اس امر پر بھی ہے کہ پاکستان میں قیام امن کی تمام کوششیں عاشورۂ محرم کے موقع پر گڑ بڑ اور حادثے کی نذر ہو جاتی ہیں اور ایک بار پھر پوری دنیا کے سامنے پاکستان ننگا ہو جاتا ہے کہ یہاں تخریب کاری کے الاؤ ٹھنڈے نہیں ہوئے اور معمولی سی چنگاری اسے آتش فشاں بنا دیتی ہے۔

اس بار تو حکومت سیکورٹی فراہم کرنے کا جتنا بھی انتظام کر سکتی تھی کر گزری، لیکن دہشت گردی کوئٹہ میں ہو یا پھالیہ میں، وہ قابل تشویش اور باعث مذمت ہے۔ اب وہ پہلے والی بات بھی نہیں رہی۔ امن کی فاختہ کوسوں میل دور اڑ کر چلی گئی ہے۔ کوے اور طوطے امن کا سمبل نہیں بن سکتے۔ ہم نے مختلف مواقع پر شیعہ سنی اتحاد کے سلسلے میں منعقدہ اجلاسوں میں دیکھا ہے کہ ہر کوئی امن کا متوالا اور خیر سگالی کا خواہشمند ہے لیکن نہ جانے کیا وجہ ہے کہ اتحاد سو فیصد اپنا رنگ نہیں دکھاتا۔ دلوں میں چھپا ہوا غصہ دب تو جاتا ہے ختم نہیں ہوتا اور جیسے ہی زمین کو نرم پاتا ہے لاوہ پھر پھوٹ نکلتا ہے۔

اس سال تو کربلا بھی ایک بار پھر حقیقی کربلا بن گیا۔ وہاں سے بھی افسوسناک خبر آئی ہے کہ بغداد اور کربلا میں دھماکوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ **271** افراد ہلاک اور **450** زخمی ہوئے۔ اور خدشہ ہے کہ زخمیوں سے کچھ اور بھی چل بسیں گے۔ اس طرح مرنے والوں کی تعداد **300** کے قریب پہنچ جائے گی۔ مرنے والے کسی بھی عقیدے کے ہوں وہ قابل احترام اور انسانیت کے حوالے سے ہمدردی کے مستحق ہوتے ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں اگر پوری ملت اسلامیہ یہ فیصلہ کر لے کہ وہ تحفظِ کارکنان کی خاطر جلوس نہیں

نکالیں گے تو یہ فیصلہ اتنا مفید ہوگا کہ کل کا مؤرخ اس پر خراج تحسین پیش کرے گا۔ دو چار سال جلوس نہ نکالنے کا عمل تجرباتی بنیادوں پر کر کے دیکھ لیا جائے۔ ''وارا'' کھائے تو اس تبدیلی کو اپنا لیا جائے۔ ورنہ پھر جلوس تو ہیں ہی۔ ہم نے تو انہی کالموں میں اپنے بریلوی بھائیوں کو بھی مشورہ دیا تھا کہ وہ بھی ۱۲ ربیع الاول کو جلوس نہ نکالیں کیونکہ کوئی خوشی اور کوئی غمی جلوس کے بغیر اچھی لگتی ہے۔ اس لئے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو جلوس نہیں نکالے جاتے۔ لیکن ہماری یہ بات انہوں نے نہ سنی ہے اور نہ سننی ہے۔ عام کارکن اور تیسرے درجے کی حیثیت کے حامل مذہبی راہنما وہ خطیب ہوں یا ذاکر، وہی لوہا ٹھنڈا نہیں ہونے دیتے۔ وہ اپنے کارکن کو ''تپا'' کر رکھتے ہیں۔ اگر شیعہ قیادت بھلے سے یہ فیصلہ کر بھی لے کہ جانیں گنوانے سے بہتر ہے کہ انہیں بچایا جائے اور جلوس نکالنے کی بجائے امام باڑوں ہی میں رو پیٹ لیا جائے۔ وہیں ماتم اور آہ وزاری کر لی جائے۔ وہیں بین ڈال لئے جائیں اور وہیں تبرابازی کر لی جائے تو یہ فیصلہ زیادہ اچھا ہے اور بقول الطاف حسین حالی مرحوم کے۔

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا ادھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ ایک عاشورۂ محرم منانے پر حکومت کو کیا کیا حفاظتی انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔ کوئی جائزہ لے تو معلوم ہوگا کہ 10 ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ گزار کے انتظامیہ 10 محرم کے انتظامات کرنے میں ایک مہینہ صرف کر دیتی ہے۔ اس ایک ماہ کے دوران شیعہ جلوسوں کی حفاظت کے علاوہ کوئی دوسرا موضوع ہی نہیں ہوتا۔ محرم پروسیشن ایجنڈے کا نمبر ون بن جاتے ہیں۔ گویا سیدھے لفظوں میں سال کے 11 ماہ حکومت اپنا کام کرتی ہے۔ ایک ماہ اہل تشیع پر صرف ہو جاتا ہے اور ایک ماہ کا بجٹ صرف ہونے کے علاوہ پورے سال میں امن و امان کا رکھا ہوا بجٹ بھی یہیں لگ جاتا ہے۔ ان دنوں میں پولیس کچھ کام نہیں کرتی۔ اس کی گشت، اس کے پہرے اور ہر مسجد و امام باڑے کے باہر گارڈ، شہر میں جو چاہے ہو، محرم ڈیوٹی میں خلل نہیں آنے دیا جاتا۔ پٹواری، تحصیلدار، ڈی سی او، ضلع تحصیل اور سٹی ناظم، گورنر، وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم، صدر سبھی کے دفتروں میں ایک ماہ پہلے ہی محرم کی سیاہ چادر اوڑھ دی جاتی ہے۔ عاشورہ خیر خوبی سے گزرتا ہے تو ان کا بھی بخار اترتا ہے۔ اور اگر اہل تشیع یہ گوارہ نہیں کرتے کہ وہ اپنے ماتمی دستوں کو امام باڑوں میں روکیں تو پھر ایک فتوی دے دیں کہ عاشورہ محرم کے دوران جتنے لوگ ماتم حسینؓ میں مرنا چاہیں شوق سے مریں۔ وہ سارے شہید ہوں گے اور اس کا حکومت کو دوش اور الزام نہیں ہوگا۔ حکومت بری الذمہ ہے۔ جب ہر مومن کو خواہش ہی یہی ہے کہ وہ ''جئے تو علیؓ کی طرح'' اور ''مرے تو حسینؓ کی طرح''